پروفیسر وحید الدین
(جامعہ گومل ڈیرہ اسمٰعیل خان)

اسلام — امن و سلامتی کا مذہب

قرآنِ مجید جس دین کی دعوت دیتا ہے اس کے دو نام ہیں، ایمان اور اسلام — یہ دونوں الفاظ امن اور سلامتی سے ماخوذ ہیں — گویا ایمان اور امن ، اسلام اور سلامتی لازم ملزوم ہیں

" الذین آمنو ولم یلبسو ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون " (جو لوگ ایمان لائے اور اس کے ساتھ شرک کو نہیں ملایا ، ان کو امن اور ہدایت ضرور نصیب ہوگی —)

یہ آیت ایمان کا مقصد ، امن کو صاف ظاہر کرتی ہے —

<u>امن عالم اور قرآن پاک کی تعلیم خاص :</u>

" یایھا الناس انّا خلقنکم من ذکر وانثٰی و جعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم " (اے لوگو میں نے تم سب کو پیدا کیا ہے ایک باپ اور ماں سے ، پھر بنایا تک کو قومیں اور ذاتیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو — تم میں سب سے زیادہ صاحبِ عزت و شرافت وہ ہیں جو سب سے زیادہ متقی ہیں —

یہ ایک جامع آیت ہے ، جس پر عمل پیرا ہوکر دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے — " ناس " عربی لفظ ہے جو انس " الفت " محبت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے —

عربی شعر ہے —

ے وما سمی الانسان الا لانسہ
، وما القلب الا انہٗ یتقلبُ

انسان کو انسان انس اور الفت کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور دل کو قلب اس لئے کہا جاتا ہے جو حق کی طرف پلٹتا ہے لفظ ناس کی تعبیر سے اُمن کی طرف اشارہ ملتا ہے — اس آیت کا پہلا نقطہ یہ ہے کہ صحیح معنوں میں انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں سے محبت رکھے ، خواہ وہ اسی قوم اور ملک

کا فرد ہو یا دیگر قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو ۔ انسانیت میں سب شریک ہیں ، دوسرا نکتہ یہ ہے کہ پوری انسانیت ایک ہی وحدت ہے جو ناقابل تقسیم ہے ۔ اس لئے رنگ و نسل اور وطن و زبان اس وحدت میں حائل نہیں ہوسکتے اور یہ فعل انسان کا نہیں خالقِ کائنات کا اپنا فعل ہے ۔ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔

" لا فضل لعربی علی عجمی ولالعجمی علی عربی ولا لاحمرعلی الاسود ولالاسود علی الاحمر " (عربی کو غیر عربی پر برتری حاصل نہیں اور نہ غیر عربی کو عربی پر حاصل ہے ۔ نہ گورے کو کالے پر کوئی فوقیت حاصل ہے اور نہ کالے کو گورے پر)

روح المعانی میں آیت " یاایھا الناس انا خلقنکم " (الایہ) کی تفسیر کے سلسلے میں " تعارفوا " کے بعد تواد کا ذکر ہے یعنی اس پہچان کے ذریعے ایک دوسرے سے محبت کرو ۔ یہ نہیں کہ اس تعارف کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ لڑو ۔ دنیا میں عام قاعدہ ہے کہ دو گروہوں کے درمیان تعارف ، دوستی اور محبت بڑھانے کیلئے ہوتا ہے ، جنگ و جدال کی خاطر تعارف کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ " انا خلقنکم من ذکر وانثی " سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ تمام اقوام عالم ایک ہی انسانی خاندان ہے اور سب کا وطن بھی ایک ہے ۔

" ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین " (تم سب اقوام کے لیے خدا کی زمین وطن اور قرار گاہ ہے اور سب کو مقررہ وقت تک زمین سے فائدہ اٹھانا ہے ۔)

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مختلف سرکردہ لوگوں کو قبول اسلام کے لیے خط تحریر فرمائے تو لکھا "اَسلِم تسلَم" یعنی اسلام قبول کرو گے تو تمہیں سلامتی اور امن مل جائے گا ۔ گویا اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ اسلام کا نظامِ زندگی دنیا میں اس وقت آیا ، جب دنیا بربادی اور قتل و غارت کی انتہا کو پہنچ چکی تھی ۔ پوری دنیا میں امن کا نام تک نہیں تھا ۔ چنانچہ خالق کو اپنی مخلوق پر رحم آیا اور آنحضرت کی بعثت

کی صورت میں دنیا کو امن کی نوید دی گئی ۔ عرب کی حالت اس وقت یہ تھی کہ ہر قبیلے کا علیحدہ لیڈر اور رہنما تھا جنوبی عرب چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا ۔ شمالی عرب خانہ جنگی کا شکار تھا ۔ بکر و تغلب کے قبیلوں کی باہم جنگ چالیس سال تک جاری رہی ۔ کندہ اور حضر موت کے قبائل ایک دوسرے کو موت کے گھاٹ اتار چکے تھے ۔ آوس و خزرج قتل و غارت میں اپنے سرداروں کی گردنیں کاٹ چکے تھے اور حرم میں قریش اور قیس کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا ۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نازک موقعے پر انسانوں کی جس طرح رہنمائی کی اور انسانیت کے تن مردہ میں جان ڈالی وہ تاریخِ عالم کا ایک روشن باب ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو ملک میں امن و امان کی بشارت دیتے تھے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جب صفا سے ایک خاتون محمل نشین تنہا سفر کرے گی اور خدا کے سوا اسے کسی کا خوف نہ ہوگا تو لوگ آپ کی اس بات پر تعجب کا اظہار کرتے تھے ۔ ۹ ھ میں ایک شخص نے آپ سے آ کر یہ شکایت کی کہ مجھ پر ڈاکہ پڑ گیا اور میرا مال لوٹ لیا گیا ہے ۔ آپ نے فرمایا عنقریب وہ زمانہ آئے گا کہ جب نگہبانوں کے بغیر مکے کو قافلہ جائے گا ۔ اتنے وسیع و عریض عرب میں حرم کی سر زمین ایسا تھی جہاں لوگوں کو سکوں میسر ہوسکتا تھا ۔ اللہ تعالی نے اس نعمت کے طور پر ذکر کیا اور فرمایا ۔

"فلیعبدوا ربّ ھذا البیت الذی اطعمھم من جوع و امنھم من خوف"

(قریش : ۳ ، ۴)

(ان کو چاہیے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن عطا فرمایا ۔)

یعنی خوف کی فراوانی اور امن و امان کے فقدان کی وجہ سے ان کی معیشت تباہ و برباد ہو گئی تھی ۔ تجارتی قافلے رہزنی اور ڈاکے کی وجہ سے سفر نہ کرتے تھے ۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ملک کی تجارت ختم ہو گئی تھی ، ہجرت کے بعد آٹھ سال تک جہاں آنحضرت دوسرے اہم کاموں میں مصروف

رہے ، جہاد جیسا اہم فریضہ بھی انجام دیتے رہے ۔ اور دشمنوں سے نبردآزما ہونے کے لیے غزوات کی منصوبہ بندی کرنے کے علاوہ خود ان میں شمولیت فرماتے تھے ۔ وہاں آپ نے امن و امان برقرار رکھنے پر بھی برابر توجہ مبذول فرمائے رکھی ۔

امن و امان کی تباہی کی بڑی وجہ عربوں کی نااتفاقی اور جنگ و جدال تھا ۔ جس کو آپ نے ملحوظ خاطر رکھا ۔ اور تمام عرب کی شیرازہ بندی کے لیے اسلام کا رشتہ قائم کیا چنانچہ اس مضبوط رشتے نے انتہائی موثر کردار ادا کیا اور صرف کلمہ طیبہ کی بدولت وہ آپس میں ایک ہوگئے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت عظمیٰ کا یوں تذکرہ فرمایا ۔

" اذکنتم اعداءفالف بین قلو بکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا "

(آل عمران : ۱۰۳)

(جبکہ تم (باہم) دشمن تھے ، پس اللہ تعالی نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالی کے (اس) انعام سے (اب) آپس میں بھائی بھائی ہو گئے ۔)

آنحضرت نے مواخات کے ذریعے اسے مزید مضبوط و مستحکم فرمایا اور خطبہ حجة الوداع کی شکل میں دنیا کو امن و آشتی کا وہ چارٹر دیا جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا ۔ آپ نے انسانوں کو تنگ نظری ، احساس کمتری اور ذہنی انتشار اور باہمی خلفشار سے نکالا ۔ اور انکے ذہنوں میں یہ بات جاگزیں کی کہ ساری کائنات تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے ۔ انسان کا منصب بلند ہے اور مختلف ٹولیوں اور گروہوں میں تقسیم ہو جانا ، علاقائی ،لسانی اور نسلی تفریقات پیدا کرنا اس کے عالمگیر منصب کے شایان شان نہیں ۔

کسی ملک اور قوم کو امن و سکون اس وقت نصیب ہوتا ہے جب ان اسباب کا قلع قمع کر دیا جائے ، جو چین اور اطمینان کے لیے زہر ہلاہل ہیں ۔اس کے لیے ان لوگوں اور قوتوں کا پوری قوت سے سر کچلنا ہوگا ۔ جو پس پردہ کارفرما ہوتی ہیں اور جو انسانی امن و عافیت پر ڈاکا ڈالنے کی مجرم ہیں ۔

چنانچہ اسلام نے ان اسباب و محرکات کی کڑی نگرانی کی

ھے ۔ جو انسانی آبادی کے لیے فتنہ و فساد اور قتل و غارت کا موجب بنتے ھیں ۔ اسلام میں ایسے لوگوں کے لیے نرمی اور شفقت کی کوئی جگہ نہیں جو ملک و قوم کی خوشگوار زندگی کو تہ و بالا کرنے کے درپے ھوتے ھیں ۔

اس سلسلے میں اسلام چھوٹے بڑے ، مسلم اور ذمی کی تفریق کے بغیر مجرم کو پوری سزا دینا ھے ۔ اسلام کے نزدیک ھر شخص کا خون محترم تصور کیا جاتا ھے ، مگر جب یہ شخص اسلامی عدالت میں مجرم کی حیثیت سے پیش ھوتا ھے تو پھر یہ کسی رحم و کرم کا مستحق نہیں ھے کیونکہ اس نے معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کی اور امن عامہ کو خطرے میں ڈالا اس لیے اب اسلام کے نزدیک اجتماعی مفاد مقدم ھے اور اس کے نزدیک ۔

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب

(اور اے فہیم لوگو (اس قانون) قصاص پر تمھاری جانوں کا بڑا بچاؤ ھے ۔)

اس ضمن میں عقلی تقاضا بھی یہی ھے ۔ کہ چند افراد کے سبب پوری قوم کو پریشان نہ رکھا جائے ۔ کیونکہ فتنہ و فساد اور امن عامہ میں خلل ڈالنا انتہائی تباہ کن ھے اور اس چیز کو مدّنظر رکھتے ھوئے اسلام میں فتنہ و فساد کی جا بجا بے انتہا مذمت کی گئی ھے اور فسادیوں سے بیزاری کا اعلان کیا گیا ھے ۔ قرآن پاک نے اس ضمن میں فرمایا ھے کہ فتنہ و فساد اور رہزنی اور قتل و غارت بپا کرنے والے لوگ وہ ھوتے ھیں جو گمراہ ، نافرمان اور بدکار ھوتے ھیں ۔ کردار کے لحاظ سے جو اچھا ، صالح اور خدا ترس ھوگا ، اس سے یہ کام سرزد نہیں ھوگا ۔ اس لئے قرآن پاک نے اپنے پیروکاروں کو ان کاموں سے اجتناب کی تاکید کی ھے ۔ حکم دیا ھے کہ ۔

" لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا "

(اعراف : ۸۵)

(اور دنیا میں بعد اس کہ اس کی درستی کر دی گئی ، فساد مت پھیلاؤ ۔)

" وادعوہ خوفا و طمعا ان رحمۃ اللّٰہ قریب من المحسنین "

(اور اللہ تعالی کی عبادت کیا کرو ، خدا تعالی سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے ، بے شک اللہ کی رحمت نیکو کاروں کے قریب ہے ۔)

علامہ شوکانی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں ۔

نہاهم اللہ سبحانہ عن الفساد فی الارض بوجہ من الوجوہ قلیلاً کان او کثیرا ۔ [1]

معنی :۔ اللہ تعالی نے ان کو زمین میں فساد کرنے سے منع کیا ہے ، خواہ وہ کسی انداز میں ہو ، کم ہو یا زیادہ ۔

اس کے بعد انہوں نے فساد کی اقسام اور مختلف نوعیتوں کا ذکر کیا ہے جس میں لوگوں کا قتل کرنا ، ان کے گھروں کو مسمار کرنا ، درختوں کا کاٹنا اور نہروں کے پانی کا بند کر دینا ، اللہ تعالی کا انکار اور اس کی نافرمانی شامل ہے ۔

اسلام نے جہاں یہ بات واضح کی ہے کہ امن و آشتی کو تباہ کرنا اور فتنہ و فساد پیدا کرنا خالقِ کائنات کو ایک لمحے کے لیے بھی پسند نہیں ، وہاں یہ بھی بتایا ہے کہ فتنہ و فساد بپا کرنا منافقین کی علامت اور انہی کا کام ہے ۔ وہ ہمیشہ امنِ عامہ کو تہ و بالا کرنے کی سوچ میں رہتے ہیں ۔ اس پر نہ تو انہوں نے کبھی اظہار مدامت کیا ہے اور اس سے نہ باز آتے ہیں ۔

" واذا تولیٰ سعی فی الارض لیفسد فیها ویهلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد "

(البقرہ : ۲۰۵)

(اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کر دے اور (کسی کے) کھیت یا مواشی کو تلف کر دے اور اللہ تعالی فساد کو پسند نہیں فرماتے)

اللہ تعالی نے فتنہ و فساد کو صرف اُمتِ محمدیہ کے لیے ہی نہیں ، گزشتہ اقوام کیلئے بھی اسے ناپسندیدہ قرار دیا اور اس سے منع فرمایا تھا ۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے

---

[1] محمد بن علی الشوکانی : فتح القدیر ج ۲ ص ۲۱۳ (بیروت)

" کلوا واشربوا من رزق اللّٰہ و لاتعثوا فی الارض مفسدین "
(کھاؤ اور پیو اللّٰہ تعالی کے رزق سے اور حدِ (اعتدال) سے مت نکلو ۔)

(البقرہ : ٦٠)

قوم ثمود سے فرمایا !

" فاذکروا آلاء اللّٰہ ولا تعثوا فی الارض مفسدین
(پس خدا تعالی کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین پر فساد مت پھیلاؤ ۔)

(اعراف : ۷۴)

قوم شعیب علیہ السلام کو ہدایت فرمائی !

" ولاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا :
(اور روئے زمین میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ ۔)

(اعراف : ۸۵)

اور فرمایا !

" فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین "
(سو دیکھیے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا)

(اعراف : ۱۰۳)

اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ فساد کا لفظ جب مطلق استعمال کیا جاتا ہے تو یہ تمام برائیوں پر مشتمل ہوتا ہے ۔

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں !

" فاذا اطلق الصلاح تناول جمیع الخیر و کذلک الفساد یتناول جمیع الشر " [۲]

(جب اصلاح کا لفظ مطلقاً استعمال کیا جاتا ہے تو یہ تمام خیر کو مشتمل ہوتا ہے اور اسی طرح فساد کا لفظ تمام برائیوں کو شامل ہے ۔) .

راہزنی اور ڈکیتی کی وارداتوں میں رہزن نہ صرف انسانوں کا مال و دولت لوٹتے ہیں بلکہ ان کی جان لینے سے

---

[۲] امام ابن تیمیہ : کتاب الایمان ص ۴۲

بھی دریغ نہیں کرتے اور یوں حقوق العباد کی پامالی کرتے ہیں ۔ حالانکہ حقوق العباد کی اہمیت کہیں زیادہ ہے۔ جہاد میں حصّہ لینا اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا عظیم کارنامہ ہے اور اس کے لیے مژدہ سنایا گیا ہے کہ اس کے پہلے قطرۂ خون سے اس کے تمام گناہ بخش دیے جاتےہیں ۔ مگر حقوق العباد سے متعلق گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے ۔

چوری اور ڈاکازنی تو اپنی جگہ پر رہی ، اگر ایک شخص نے کسی کا قرض ادا نہیں کیا ، اسے بھی نہیں بخشا جائے گا۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو حقوق العباد پورا کرنے کی سخت تاکید کی ہے ۔ آنحضرت نے فرمایا ۔

" دیوان لایترکہ اللّٰہ ظلم العباد فیما بینھم حتّٰی یقتصّ بعضھم من بعض و دیوان لا یعبأ اللّٰہ بہ ظلم العباد فیما بینھم وبین اللّٰہ فذلک الی اللّٰہ ان شاءعزبہ وان شاء تجاوز عنہ " ۳؎

(ایک معاملے کو اللّٰہ تعالی معاف نہیں کرتا جب تک اُس کا بدلہ نہ لے لے اور وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے اور ایم معاملے کی کوئی پروا نہیں اور یہ معاملہ بندےاور خدا کے درمیان ہوتاہے ۔ چاہے اُس کو بخش دے ، چاہے اُسے عذاب دے ۔)

جہاں تک رہزنی اور ڈاکے کا معاملہ ہے اس کا تعلق بھی حقوق العباد سے ہے اور یہ ایسا خطرناک جرم ہے جس کا شمار ظلم میں ہوتا ہے ۔

اور ظلم کیا چیز ہے ؟ اس کے بارے میں آنحضرت نے فرمایا !

" الظلم ظلمات یوم القیامۃ " ۴؎

(ظلم قیامت کے دن سراپا ظلمت ہی ظلمت ہوگی)

اور ظلم کی تعریف یہ ہے ۔

" وضع الشئی فی غیر موضعہٖ "

(یعنی کسی چیز کو اس کی اصل جگہ سے دوسرے مقام میں ڈال دینا)

اور لوگوں پر ظلم یہ ہے کہ انکے حقوق کو پامال کیا

جائے ، ان کے ساتھ مال و جان کی زیادتی کی جائے اور ان کی عزت و آبرو کو خاک میں ملا دیا جائے ۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت کیا :

مفلس کون ہے ؟ صحابہ کرام نے جواب دیا ، جس کے پاس سرمایہ نہ ہو ، آپ نے فرمایا نہیں ۔

" ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیامۃ بصلوۃ وصیام و زکوۃ و یاتی قدشتم ھذا وقذف ھذا و اکل مال ھذا وسفک دم ھذا اوضرب ھذا فیعطی ھذا من حسناتہ " ۔ [۵]

(میری امت کا مفلس قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اُس کے پاس نماز ، روزے کا تو سرمایہ ہوگا ، مگر اس کے ساتھ ہی ظلم و ستم کی گٹھڑی بھی اُس کے پاس ہوگی ۔ کسی کو اس نے گالی دی ہوگی ، کسی پر تہمت لگائی ، کسی کا مال ناجائز طریقے سے کھایا ، کسی کا خون بہایا اور کسی کی مار پٹائی کی ہوگی ۔ تو اس کا بدلہ اس کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا ۔)

چنانچہ اسلام نے ظالم کی مدد اور اس کے ساتھ تعاون کرنے والے کو بھی اس زمرے میں شامل کیا ہے اور اُسے دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا !

" من مشیٰ مع ظالم لیقویہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام " [۶]

(جو شخص جان بوجھ کر کسی ظالم کو تعاون اور قوت بہم پہنچاتا ہے ، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے ۔

اس حدیث پاک سے یہ بات واضح ہو گئی کہ انسانوں کے حقوق پر ڈاکا ڈالنا ، اسے تنگ کرنا اور ان کے امن و سکون کو برباد کرنا بدترین گناہ ہے ، اور ایسا شخص اسلام کی

---

[۳] مشکوٰۃ باب الظلم ، ص ۴۳۵

[۴] ایضاً ص ۴۳۴

[۵] صحیح مسلم : جلد ۲ ، ص ۳۲

[۶] مشکوٰۃ ص ۴۳

نظر میں مجرم ہے ۔

جن لوگوں نے دنیا میں قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا ہے اور لوگوں کے سکون کو غارت کر دیا ہے ، اللہ تعالی نے اُن کے متعلق قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

" انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا اویصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ۔ " (المائدہ : ۳۳)

(جو لوگ اللہ تعالی سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں یا ملک سے نکال دیے جائیں ۔)

مولانا اشرف علی تھانوی بیان القرآن میں اس کی تفسیر یوں فرماتے ہیں : کہ جو اللہ تعالی اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں ، اس لڑنے کا مطلب یہ ہے کہ ملک میں فساد وبدامنی پھیلاتے ہیں ، مراد اس سے رہزنی یعنی ڈکیتی ہے ۔ ایسے شخص پر جس کو اللہ نے قانون شرعی سے امن دیا ، یعنی مسلمان پر اور ذمی پر اسی وجہ سے اس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنا کہا جائے گا کہ اس نے اللہ کے دیے ہوئے امن کو توڑا ۔ غرض جو لوگ ایسی حرکت کرتے ہیں ، ان کی سزا یہی ہے کہ ایک حالت میں تو قتل کیے جائیں وہ حالت یہ ہے کہ اُن رہزنوں نے کسی کو صرف قتل کیا ہو ، اور مال لینے کی نوبت نہ آئی ہو ۔ یا اگر دوسری حالت ہو تو سولی دیے جائیں ۔ یہ وہ حالت ہے کہ مال بھی لیا ہو اور قتل بھی کیا ہو ۔ یا اگر تیسری حالت ہو تو ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیے جائیں ۔ یہ وہ حالت ہے کہ مال لیا ہو اور قتل نہ کیا ہو ۔ یا اگر چوتھی حالت ہو تو زمین پر آزادانہ آباد رہنے سے نکال کر جیل خانے میں بھیج دیے جائیں ۔ یہ وہ حالت ہے کہ نہ مال لیا ہو نہ قتل کیا ہو ، ارادہ کرنے کے بعد ہی گرفتار ہو گئے ہوں ۔ ؎

فتنہ و فساد مختلف طریقوں سے ہوتا ہے ۔ کبھی تو صرف

ہنگامہ آرائی ہوتی ہے جس کے نتیجے میں ہر آدمی پریشان ہو جاتا ہے ۔ کبھی اِسے منظم سازش کی صورت میں انجام دیا جاتا ہے ، جس میں رہزنی اور لوٹ مار بھی ہوتی ہے بہرطور جو بھی صورت ہو یہ لوگ انسانی امن و سکون کو برباد کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں ۔ اسلام انہیں کسی صورت میں معاف نہیں کرتا ۔ فتنہ و فساد جس عنوان سے بپا کیا جائے اسلام کے نزدیک جرم ہے ۔ امام قرطبی تحریر فرماتے ہیں :۔

" اما الحرابة فاتفقوا علی انها اشهار السلاح وقطع السبیل خارج المصر واختلفوا فیمن حارب داخل المصر فقال مالك داخل المصر وخارجه سواء " ۔ [8]

(لڑائی اور بدامنی یہ ہے ۔ کہ ہتھیار اٹھائے یا رہزنی کرے ۔ اگر یہ شہر یعنی آبادی سے باہر ہو تو اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ رہزنی اور بدامنی ہے اور اگر شہر یعنی آبادی کے اندر ہو تو اس میں اختلاف ہے ۔)

مگر امام مالک کے نزدیک شہر اور باہر دونوں کے متعلق حکم برابر ہے ۔

رہزن نے جہاں ایک طرف حقوق العباد کی خلاف ورزی کی ، وہاں حقوق اللہ کو بھی پامال کیا ۔ انسانی جان و مال کو اذیت دے کر اس نے حقوق العباد کو برباد کیا اور اللہ کی حدود کی خلاف ورزی کر کے اس نے حقوق اللہ کو نظر انداز کیا اس لیے رہزن دُہرا مجرم ہے ، جس کی سزا کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں ۔

" قال اذا حارب الرجل فقتل واخذ المال قطعت یده ورجله من خلاف و قتل وصلب فان قتل ولم یأخذ المال قُتلِ وان اخذ المال ولم یقتل قطعت یده ورجله من خلاف واذا لم یقتل ولم یاخذ المال نفی " ۔ [9]

عبداللہ بن عباس نے فرمایا : جب کوئی رہزنی کرے اور

---

[7] تفسیر بیان القرآن ، ص ۱۶۹ ، ۱۷

[8] بدایة المجتهد ، جلد ۲ ، ص ۳۵۵

[9] از جصاص ، احکام القرآن ، جلد ۲ ، ص ۴۰۸

بدامنی پھیلائے تو دیکھا جائے گا، اگر وہ قتل کا مرتکب ہوا ہے اور مال بھی لیا ہے تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا - پھر قتل کیا جائے گا اور پھر اسے پھانسی پر چڑھایا جائے گا - اور اگر صورت یہ ہے کہ اس نے صرف قتل کیا ہے اور مال نہیں لیا ہے تو اسے قتل کیا جائے گا - اس کے برعکس اگر اس نے صرف مال چھینا ہے اور قتل نہیں کیا ہے تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اور اگر صورت یہ ہے کہ نہ اس نے قتل کیا ہے اور نہ مال لیا ہے، صرف ڈرایا دھمکایا ہے تو اسے قید کر دیا جائے گا[۹] -

حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر رہزن قتل اور لوٹ دونوں کے مرتکب ہوئے ہیں تو ان کی سزا کے بارے میں امام اور قاضی کو چار طرح کے اختیارات حاصل ہیں -

" فان قتلوا واحدوا المال فان ابا حنیفۃ قال للامام اربع خیارات ان شاء قطع ایدیھم وار جلھم و قتلھم وان شاء قطع ایدیھم وار جلھم و صلبھم وان شاء قتلھم وترک القطع "[۱۰]

ان میں سے جو صورت بھی اختیار کرنا چاہے کر سکتا ہے

۱ - دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ کر قتل کر ڈالے -

۲ - دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ کر پھانسی دے دے -

۳ - صرف پھانسی دے دے -

۴ - یا صرف قتل کر ڈالے اور ہاتھ پاؤں نہ کاٹے -

امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی اس بات کے قائل ہیں کہ سزا متعیّن ہے پہلے اس کو پھانسی دے دی جائے گی اور پھر قتل کیا جائے گا اور اس کے ہاتھ پاؤں نہیں کاٹے جائیں گے - جب کہ امام مالک کے نزدیک فیصلہ یہ ہے کہ جب رہزن اور فسادی گرفتار ہو جائیں تو اللہ نے جو سزا ان کے لیے مقرر کی ہے وہ ان پر عائد کی جائے - امام کو قتل کرنے اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کا مکمل اختیار ہے -

بہرطور رہزن کو کیسی اور کس طریقے سے سزا دی جائے اس میں کچھ اختلاف تو ہے مگر سزا دینے پر تمام متفق ہیں -

کیونکہ رہزنی سے پوری قوم کا امن و سکون برباد ہوتا ہے اور لوگ سخت پریشانی اور بے چینی کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ مگر رہزنی اور ڈکیتی میں شرط یہ ہے کہ ان رہزنوں کے پاس ایسی قوت و طاقت ہو کہ جن پر یہ حملہ آور ہوں جن میں مسافر اور دوسرے لوگ شامل ہیں ، مقابلے کی تاب نہ لا سکتے ہوں ۔ چاہے یہ حملے کے دوران ہتھیار سے کام لیں یا کسی دوسری چیز سے ۔ حملہ کرنے والا ایک ہو یا گروہ کی صورت میں ہو ۔ انہیں بہر صورت رہزن قرار دیا جائے گا اور ان کی مذکورہ سزا ہوگی ۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ کے مطابق ! اگر رہزن رات کو اپنی کاروائی کریں تو اس میں ہتھیار کی شرط نہیں ۔ مگر ان کے نزدیک دن کو ہتھیار کی شرط موجود ہے ۔

" قولہ و وفی المصر لیلاً ای بسلاح او بدونہ وکذا نہاراً لو بسلاح وھذا روایتہ عن ابی یوسف افتی بھا المشائخ دفعاً لشر المتغلبۃ المفسدین " [11]

(رات کو آبادی کے اندر حملہ آور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلح ہوں یا نہ ہوں دونوں صورتوں میں وہ ڈاکو ہیں اور اس طرح وہ دن کے وقت رہزن ہیں ۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ان کے پاس ہتھیار ہوں ۔)

امام ابو یوسفؒ سے بھی یہی روایت ہے اور اسی پر مشائخ نے فتویٰ دیا ہے تاکہ جو مفسدین اپنی مذموم حرکتوں کی وجہ سے غالب آچکے ہیں اس کو ختم کیا جا سکے ۔

رہزنی اسلام کے نزدیک ایسا گھناونا جرم ہے کہ اسلام اسے کسی صورت میں برداشت نہیں کرتا ، نہ ہی اس کی سزا معاف کرتا ہے کیونکہ رہزن ہی معاشرے کے امن و سکون کو برباد کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں ۔ یہی لوگ اپنے جرائم سے گھروں کو اجاڑتے ہیں ، عورتوں کے سہاگ لوٹتے ، بچوں کو یتیم کرتے ہیں ۔ اور محنت و مزدوری کر کے پیسہ پیسہ جمع

---

[10] احکام القرآن از جصاص جلد ۲ ، ص ۴۰۹

[11] ردالمختار علی درالمختار ، جلد ۳ ، ص ۲۳۲

کرنے والوں کو مبتلائے مصیبت کرتے ھیں ـ اسلام نے رہزنوں کے لیے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کی یہ جو سزا مقرر کی وہ بالکل صحیح ھے ـ سزا کا مقصد یہ ھے کہ دوسرے اُس سے عبرت حاصل کریں اور ایسے جرائم کے ارتکاب سے باز رھیں ـ امام ابن تیمیہ تحریر فرماتے ھیں !

" وھذا الفعل قدیکون ازجر من القتل بان الاعراب وفسقة الجند وغیرھم اذا راؤامن ھو بینھم مقطوع الیدوالرجل یذکربذالک جرمه فارتدعوا " [12]

(یعنی یہ سزا کبھی قتل سے بھی زیادہ باعث عبرت ھوتی ھے ـ کیونکہ جب ڈاکو ہاتھ پاؤں کٹے ھوئے لوگوں کو دیکھیں گے تو ان کے جرائم کا تذکرہ کریں گے اور اس کے ارتکاب سے باز رھیں گے ـ)

اگر ڈاکو نے حملہ کر کے مال لوٹ لیا ھے اور وہ مال دس درھم کے برابر ھے یا حملہ آور کئی افراد ھیں اور ہر ایک کے حصّے میں کم سے کم دس درہم آتے ھیں تو اس صورت میں سزا یوں ھوگی ـ اگر ایک ھے تو اس کا اور اگر گروپ ھے تو تمام کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا اور اس میں کسی قسم کی کوئی رعایت روا نہیں رکھی جائے ـ [13]

اگر ڈاکوؤں نے مال نہیں لوٹا اور صرف قتل کیا ھے تو اس صورت میں مجرم کو حد میں قتل کیا جائے گا اور اُسے کوئی معاف نہیں کر سکتا اور نہ اس کی سزا کو روکا جا سکتا ھے ـ کیونکہ حد خالص اللہ کا حق ھے اور جو حاکم وقت حدکو ساقط کرے گا ، وہ قانون اسلام کی خلاف ورزی کا مرتکب ھوگا ـ [14] اس جرم میں نہ صرف ڈاکو کو قتل کیا جائے گا ـ بلکہ پسِ پردہ جو اس کے معاون اور پشت پناہ ھیں ان کو بھی معاف نہیں کیا جائے گا اور اس بات کا مطلق خیال نہیں رکھاجائے

---

[12] السیاسة الشرعیه : ص ۳۷

[13] رد المختار علی در المختار : جلد ۳ ، ص ۲۳۳

[14] ایضاً ۲۳۲

گا ۔ کہ آلۂ قتل کیسا تھا ۔

" ای فیتقل القاتل والمصین سواء قتل بسیف او حجراوعصا"

(عدم شرط کا حاصل یہ ہے کہ قاتل اور اس کے معاونین اور پشت پناہی کرنے والے تمام کے تمام قتل کیے جائیں گے خواہ انھوں نے تلوار کے ساتھ قتل کیا ہو یا پتھر یا لاٹھی استعمال کی ہو ۔) [۱۵]

یہ بات بھی ذھن نشین رہے کہ قصاص مقتول کا ولی معاف کرسکتا ہے ۔ لیکن حد کوئی معاف نہیں کرسکتا ۔ ڈاکا زنی کا قتل قصاص میں نہیں شمار ہوگا اور اسی وجہ سے مقتول کا ولی اسے معاف نہیں کر سکتا ۔

اس کے علاوہ اگر رہزنوں نے مال بھی لوٹ لیا اور قتل بھی کر ڈالا تو اسلام نے اس کے لیے بڑی دردناک سزا مقرر کی ہے ۔ فقہا نے اس کی مختلف صورتیں بیان کی ہیں اور قاضی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جو سزا مناسب سمجھے دے ، یہ سزائیں مندرجہ ذیل ہیں ۔

۱ ۔ پہلے ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے ، پھر قتل کیا جائے اور اس کے بعد پھانسی پر لٹکایا جائے ۔

۲ ۔ ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد قتل کر کے پھانسی دی جائے ۔

۳ ۔ ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد پھانسی دی جائے قتل نہ کیا جائے ۔

۴ ۔ قتل کیا جائے پھر پھانسی پر لٹکایا جائے اور ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں ۔

۵ ۔ صرف قتل کر دیے جائیں ۔

۶ ۔ صرف پھانسی دی جائے ۔ [۱۶]

امام محمدؒ کے نزدیک ہاتھ پاؤں نہ کاٹے جائیں ، باقی سزا کا قاضی کو اختیار ہے ، جب کہ امام ابو یوسف کے نزدیک پھانسی بہر صورت دی جائے اور قاضی کو ہاتھ پاؤں کاٹنے کا اختیار ہے ۔ صرف یہی نہیں بلکہ پھانسی دے کر اس کی نعش کو

---

[۱۵] ایضاً

[۱۶] ایضاً ص ۲۳۳ ، ۲۳۲

تین دن تک لٹکایا جائے ـ امام ابو یوسف کے نزدیک مسلسل لٹکتی رہے ـ حتیٰ[۱] کہ نعش خود بخود ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گرجائے۔ تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو ـ

صاحبِ ہدایہ کے نزدیک تین دن سے زیادہ نعش سے بدبُو پھیلنے کا اندیشہ ہے ـ اِس لئے تین دن تک لٹکانا کافی ہے ـ [۱۷] یہ بات بھی پیشِ نظر رکھنی چاہیئے کہ ثبوت جرم کے لیے ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ ثبوت کی ضرورت نہیں بلکہ اگر ایک آدمی کا جرم اور باقی کی شرکت پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی تو تمام کو مکمل سزا دی جائے گی ـ جس طرح عملاً حصّہ لینے والا مجرم قابلِ مواخذہ ہے ، اسی طرح مجرم کی پشت پناہی کرنے والے بھی اُسی سزا کے مستحق ہوں گے ـ ڈاکوؤں میں جرم کا مرتکب چاہے ایک ہی آدمی کیوں نہ ہو ، مگر حد اُن تمام پر جاری کی جائے گی ـ امام مالکؒ اور امام احمدؒ اِسی کے حامی ہیں ـ اس لیے کہ یہ ڈکیتی اور رہزنی کی سزا ہے اور یہ ثابت شدہ بات ہے کہ سزا بطور حد واجب ہوئی نہ کہ قصاص کے طور پر ـ [۱۸]

امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک اگرچہ رہزنوں کا گروپ سینکڑوں کی تعداد میں ہو ، تمام کے تمام قتل کیے جائیں گے ـ خلفائے راشدین سے بھی یہ عمل واضح ہے ـ

" وهذا هوالما ثورعن الخلفاء الراشدين " [۱۹]

اسلام معاشرے میں بھائی چارے ، اخوت اور رواداری پر عمل پیرا ہونے اور باہمی امن کی دعوت دیتا ہے اور فساد کو جڑ سے اکھاڑ کے پھینکنے کا حکم دیتا ہے ـ فسادیوں ، رہزنوں اور ملک کے افراد کو پریشان اور ان کے امن و سکون کو برباد کرنے والوں کو صفحۂ ہستی پر کسی صورت میں برداشت نہیں کرتا ـ ایسے افراد کے قتل کو نہ صرف جائز تصوّر کرتا ہے بلکہ قتل کی سزا دینے والوں کو ثواب کا مستحق گردانتا

---

[۱۷] ہدایہ باب قطع الطریق

[۱۸] الہنسایہ : جلد ۲ ، ص ۲۸۴

[۱۹] السیاسۃ الشرعیۃ : ص ۳۶

ہے ۔

" وعلی هذا القیاس المکابر بالظلم و قطاع الطریق وصاحب المکس و جمیع الظلمة بادنی شئی له قیمة و جمیع الکبائر والاعونة والسعاة یباح قتل الکلّ و یثاب قاتلهم وافتی الناصحی بوجوب قتل کل موذ " ۔ [۲۰]

(اسی اصول کے مطابق زبردستی کرنے والے ، ظلم کرنے والے، رہزن ، ناجائز مال لوٹنے والے ۔ چاہے وہ معمولی قیمت کی چیزیں ہوں ، ان تمام افراد کا قتل جائز ہے اور انکا قاتل ثواب کا مستحق ہے اور ناصحی نے ان تمام ضرر رساں افراد کے قتل کا فتویٰ دیا ہے ۔)

اسلام کے نزدیک زمین میں ان تمام فتنہ و فساد پھیلانے والوں کے لیے سخت ترین سزائیں مقرر ہیں ۔ اسلامی ریاست میں قیامِ امن کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار فوجیں روانہ کیں اور رہزن قبائل پر چھاپے مارے ۔ آپ کی ان کاروائیوں کے نتیجے میں حجاز میں پیشہ ور چور تائب ہو کر مسلمان ہو گئے ۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کے لیے قوانین تیار کیے گئے اور مختلف مقامات پر عمال کا تقرر عمل میں لایا گیا اِس کے نتیجے میں حضرت عدی بن حاتم شہادت دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کہ مطابق لوگ تن تنہا سفر کرتے تھے اور خدا کے خوف کے سوا انہیں اور کوئی خوف نہ تھا ۔

---

[۲۰] رد المختار علی در المختار : جلد ۳ ، ص ۱۹۷ ، ۱۹۸